فکر و نظر.......... اسلام آباد　　جلد: ۴۴　　شمارہ: ۲

امام شامیؒ کی سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد
تعارف اور اسلوب

حافظ معاذ احمد☆

امام شامیؒ کا مختصر تعارف

[نام: محمد، نسب: محمد بن یوسف بن علی بن یوسف، لقب: شمس الدین، کنیت: ابو عبداللہ، نسبت: الصالحی، الدمشقی، الشامی الشافعی، القادری، ثم المصری]

امام شامیؒ دسویں صدی ہجری کے عظیم محدث، نامور مؤرخ اور جلیل القدر سیرت نگار ملک شام کے دارالخلافہ قدیم دمشق کی نواحی آبادی ''الصالحیة'' میں پیدا ہوئے۔ امام شامی علیہ الرحمہ کی تاریخ ولادت بیان کرنے میں متعلقہ جملہ مصادر و مراجع خاموش ہیں۔ اس بات کا اظہار محقق الفتیح نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

لم تذكر المصادر التي اطلعت عليها على كثرتها شيئا عن تاريخ ولادته. (۱)

اکثر مصادر جن سے میں مطلع ہوا ہوں، آپ کی تاریخ ولادت ان میں مذکور نہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی، الشامی نے اپنے ملک شام سے ترک سکونت کر کے شہر مصر (القاہرہ) کو اپنا مسکن بنایا، اسی شہر میں تعلیم و تربیت پائی اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام صحراء قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں گزار دیے۔ آپ کی نقل مکانی کو کتب تراجم میں مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ''القاموس الاسلامی'' میں ہے:

نسبة الى الصالحية من نواحي دمشق التي ولد بها، ثم هاجر إلى مصر......(۲)

آپ کی نسبت دمشق کی نواحی بستی صالحیہ کی طرف ہے جہاں آپ پیدا ہوئے، پھر آپ نے مصر کی طرف ہجرت کی۔

آپ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر ماہر علوم و فنون علماء سے اکتساب فیض کیا اور بلند علمی منصب مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں سے سرفہرست امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (م۹۱۱ھ) کا نام آتا ہے اور آپ کا شمار بھی ان کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے

☆ گورنمنٹ فریدیہ پوسٹ گریجویٹ کالج، پاکپتن۔

"وكان الصالحی من أجل تلامیذ الحافظ السیوطی" احمد عطیۃ اللہ کے الفاظ ہیں: "وکان من تلامیذ الجلال السیوطی......".(۳) اسی طرح انہوں نے شہاب قسطلانی، شیخ شاہین بن عبداللہ خلوتی مصری اور شجاع الدین عمر بن عبداللہ خلوتی، جو قرافہ (قبرستان) میں مقیم تھے (وغیرہ) سے بھی علم حاصل کیا۔(۴)

امام شامی علیہ الرحمہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ مدرسۂ برقوقیہ میں اقامت گزیں رہے اور تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ مدرسہ مصر (القاہرہ) میں شراکسہ کے پہلے بادشاہ ملک ظاہر برقوق (م۸۰۱ھ / ۱۳۹۹ء) نے بنایا تھا۔(۵)

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، اپنے زمانہ کے اجل امام تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں علوم کا انسائیکلوپیڈیا تھے۔ وہ اپنے وقت کے بے مثل محدث، مفسر، مؤرخ، فقیہ، ادیب اور نحوی و لغوی عالم تھے۔ آپ مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اپنے وطن کے علمی حلقوں میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے علمی مرتبہ اور وجاہت کو آپ کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ کے ہم عصر علامہ شعرانیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"کان عالما صالحا مفننا فی العلوم".(٦)

آپ صاحب علم، نیک اور علوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔

الہیثمی المکی کا قول ہے:

"صاحبنا الشیخ العلامة الصالح الفهامة الثقة المطلع والحافظ المتبع".(۷)

ہمارے ساتھی شیخ، علامہ، نیک، (دین کو) بہت سمجھنے والے، (علوم میں) معتبر، (وسیع) معلومات رکھنے والے اور ایسے حافظ (حدیث) تھے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کا اہم ترین مشغلہ تحریر و تالیف کا مشغلہ تھا۔ آپ کی تالیفات جو مختلف علوم پر مشتمل ہیں، آپ کے ذوقِ علمی اور وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے زیر نظر آپ کی تالیف "سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد" وہ عظیم علمی شاہکار ہے جس کو آپ اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔

سیرتِ شامی کا تعارف

تعارف کتاب (خارجی تعارف)

[نام: سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد، مؤلف: محمد بن یوسف الصالحی الشامی (م۹۴۲ھ)، تحقیق و تعلیق: الشیخ عادل احمد عبدالموجود، الشیخ علی محمد معوض، مجلدات: ۱-۱۴، ضخامت: اوسطاً ۴۸۱ صفحات فی جلد، سائز: ۱۱×۷، کتابت: اوسطاً انتیس (۲۹) سطور فی صفحہ اور ساٹھ (۶۰) حروف فی سطر، تاریخ اشاعت: طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء تا ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان]

مخطوطہ جات:

سیرت شامیہ کے جلد اوّل کے مقدمۃ التحقیق میں "سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد" کے مخطوطہ جات کے ان مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے، ناشر محققین نے تحقیق متن میں جن نسخوں سے استفادہ کیا، وہ مقامات درج ذیل ہیں:

۱. **معهد المخطوطات العربیة بالقاهرة**

یہاں فقط کتاب کا چوتھا یعنی آخری جزو موجود ہے۔

۲. **دارالکتب المصریة، مکتبة مصطفی فاضل (۵۰ م تاریخ)**

یہ مخطوطہ تیسرے اور چوتھے جزو پر مشتمل ہے۔

۳. **دارالکتب المصریة، مکتبة التیموریة (۹۲۵ تاریخ)**

۴. **دارالکتب المصریة، مکتبة طلعت (۲۱۰۰ تاریخ)**

یہ نسخہ پہلے تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

۵. **دارالکتب المصریة (۱۳۰ تاریخ)**

یہ نسخہ متفرق اجزاء پر مشتمل ہے۔

۶. **دارالکتب المصریة (۴۵۱۱)**

یہ مخطوطہ بھی متفرق اجزاء پر مشتمل ہے۔(۸)

سیرت ابن ہشام کے مقدمہ کے حاشیہ میں "سیرت شامیہ" کے دونسخوں کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

......منها بدارالكتب المصرية نسختان مخطوطتان: إحدا هما فی أربعة أجزاء، والأخریٰ موجود منها جزء ان فقط، وهما: الثالث والخامس. (۹)

(سبل الهدی) کے مخطوطہ نسخوں میں سے دو نسخے "دارالکتب المصرية" میں موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک چار اجزاء پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے نسخے کے دو اجزاء صرف موجود ہیں اور وہ تیسرا اور پانچواں ہیں۔

۷۔ سیرتِ شامیہ کا ایک کامل نسخہ، مخطوط صورت میں "مکتبة المتوكلية اليمنية، صنعاء" میں (۲۰۷-۲۱۰ تاریخ) کے تحت موجود ہے۔

سیرتِ شامیہ کے محققین اس نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهی تقع فی أربعة أجزاء وهی نسخة كاملة للكتاب من أوّله إلى آخره، من أجل ذالك جعلنا ها أصلا للكتاب. (۱۰)

یہ (سیرت) چار اجزاء پر مشتمل ہے اور کتاب کا اوّل سے آخر تک مکمل نسخہ ہے۔ اسی لیے ہم نے اسے کتاب کا اصل (ماخذ) بنایا ہے۔

اشاعت سیرتِ شامیہ:

پہلی مرتبہ یہ سیرت ڈاکٹر مصطفیٰ عبدالواحد کی تحقیق سے "لجنة احياء التراث الاسلامی، مصر: القاهره" سے چار جلدوں میں مکمل شائع ہوئی۔ جلد اوّل کی اشاعت ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء میں، جلد دوم ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء میں، جلد سوم ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء میں اور جلد چہارم ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ یہ چاروں جلدیں "مکتبہ سفلیہ" لاہور میں موجود ہیں۔

اسی مقام سے اس کا دوسرا ایڈیشن محرم ۱۴۰۷ھ / ستمبر ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کی دوسری جلد مفتی محمد خان (جامعہ اسلامیہ، لاہور) کے مکتبہ میں موجود ہے۔

اس وقت بندہ (مقالہ نگار) کے زیر مطالعہ "دارالكتب العلمية، بيروت لبنان" کا شائع شدہ پہلا ایڈیشن (۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء) ہے، جس کی پہلی بارہ جلدیں سیرتِ شامیہ کے متون پر مشتمل ہیں۔ آخری دو جلدیں (تیرہویں، چودھویں) فہارس پر مبنی ہیں، جس کی اشاعت ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء میں ہوئی۔

مشمولات کا تعارف

"سبل الهدی والرشاد فی سيرة خيرالعباد" المعروف سیرت شامیہ میں مجموعی طور پر(۱۱۲)

اہم موضوعات ہیں۔ ہر موضوع کے ماتحت متعدد ابواب ہیں۔ اس طرح سیرت شامیہ کے کل ابواب کی تعداد (۱۵۳۰) ہے۔

امام شامیؒ اپنی تالیف کے مقدمہ میں، اپنی سیرت کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"وقبل الشروع فی مقاصد الکتاب أثبت مافیه من الأبواب، وهی نحو ألف باب". (۱۱)

آغاز سے قبل، مقاصد کتاب میں جو ابواب ہیں، میں انہیں تحریر کرتا ہوں۔ یہ تقریباً ایک ہزار باب ہیں۔

سیرتِ شامی کا تقابلی جائزہ

علامہ شامی علیہ الرحمہ سے پہلے سیرت النبی کے موضوع پر جو کتب تحریر کی گئیں، سیرتِ شامیہ ان جملہ کتب سیرت کو تقریباً محیط ہے۔ گویا یہ سیرت کا انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں سیرتِ نبوی کے عمومی وخصوصی تقریباً جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

حاجی خلیفہ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

"هو أحسن کتب المتأخرین و أبسطها فی السیرة النبویة". (۱۲)

سیرتِ نبوی میں یہ (کتاب) کتب متاخرین کی نسبت بہت اچھی اور بسیط ہے۔ بعض کتب مضامین کے تنوع کے اعتبار سے قابل ذکر تو ہیں مگر تفصیل کی حامل نہیں ہوتیں۔ لیکن سیرتِ شامیہ میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں، جس پر "أبسطها" کا لفظ دلالت کر رہا ہے۔ سیرتِ شامیہ کی انہی خصوصیات کو شاہ عبد العزیز دہلوی نے ابو سالم عیاشی کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے:

"السیرة الشامیة التی أجمع و أفید ما ألفه المتأخرون فی سیرة النبویة والاحوال المصطفیّة". (۱۳)

سیرتِ شامیہ، سیرتِ نبوی اور احوالِ مصطفویؐ میں تالیف شدہ متاخرین کی کتابوں میں سب سے بڑھ کر جامع اور سب سے زیادہ مفید ہے۔ علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں:

"یہ کتاب بڑی بڑی چار جلدوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زائد ہے۔ سیرت نبویؐ میں سے متاخرین کی کتابوں میں سے عمدہ اور مفصل ترین تالیف ہے"۔

سیرتِ شامی کے اسالیب

بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیرت شامی کے اسالیب کی وضاحت کا آغاز ان کے اپنے بیان کردہ

اسالیب سے کیا جائے۔

امام شامیؒ اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

۱- "ولم أذكر فيه شيئاً من الأحاديث الموضوعات".

میں نے اس میں موضوع احادیث ذکر نہیں کیں۔

۲- "وختمت كل باب بإيضاح ما أشكل فيه (...) مع بيان غريب الألفاظ وضبط المشكلات".

میں نے ہر باب کو مشکل الفاظ کی شرح پر (نیز) اس کے ساتھ ساتھ غریب الفاظ کی وضاحت اور مشکل مسائل کے حل پر ختم کیا ہے۔

۳- "والجمع بين الأحاديث التى قد يظن أنها من المتناقضات".(۱۴)

اور ان احادیث کے مابین جمع (وتطبیق) کی ہے جنہیں متناقض خیال کیا جاتا ہے۔

۴- "و إذا ذكرت حديثا من عند أحد من الأئمة فإنى أجمع بين ألفاظ رواته إذا اتفقوا..."

جب ائمہ حدیث میں سے کسی سے حدیث ذکر کروں تو میں اس کے راویوں کے الفاظ کو یک جا کردوں گا، جبکہ وہ متفق ہوں۔

۵- "و إذا كان الراوى عن النبى ﷺ صحابيا قلت: رضى الله تعالىٰ عنه ..."

جب نبی پاک ﷺ سے روایت کرنے والا صحابی ہو تو میں "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہتا ہوں۔

۶- "و إن كان تابعيا أومن أتباع التابعين قلت: رحمه الله تعالىٰ".

اگر (راوی) تابعی یا تبع تابعین سے ہو تو میں "رحمه الله تعالیٰ" کہتا ہوں۔

دیگر اسالیب سیرتِ شامیہ

۷- امام شامی بیانِ مسئلہ کے بعد اس سے متعلق علماء کے اقوالِ مختلفہ ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"فقيل: كان لبيان الجواز، وقيل بل لوجعٍ كان بمأ بضه، وقيل: بل فعله استشفاء. قال الشافعى: والعرب تستشفى وجع الصلب بالبول قائما، وقول صاحب الهدى: الصحيح

إنما فعله تنزيها وبعدا من إصابة البول ..."(۱۵)

کہا گیا ہے کہ یہ بیانِ جواز کے لیے تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زانو کے اندرونی حصہ کی تکلیف کی وجہ سے تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حصولِ شفا کے لیے ایسا کیا۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اہل عرب پشت کی تکلیف سے بچنے کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے۔ "صاحب ھدیٰ" کا قول ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے پیشاب سے بچنے کے لیے ایسا کیا۔

۸۔ لغوی معنیٰ کے ساتھ سیاقِ کلام میں جو اصطلاحی مفہوم مراد ہو اسے واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"البطحا: الأ بطح، وهو في الأصل مسيل واسع فيه دقاق الحصى والمراد به هنا بطحاء مكة".(۱۶)

"بطحا" دراصل ایسی وسیع وادی کو کہتے ہیں جس میں باریک کنکریاں (اور ریت) ہو۔ یہاں مراد مکہ کی وادی ہے۔

۹۔ بعض اوقات باب میں مذکورہ عبارت یا حدیث کے مفہوم پر وارد شدہ اعتراض یا اس میں موجود ابہام کا جواب دینے کے لیے باب کے آخر میں "فصل" قائم کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الباب الثاني: في الكلام على قوله ﷺ: (لي خمسة أسماء) وطرقه".(۱۷)

اس باب کے آخر میں صفحہ (۴۰۵) پر فصل قائم کر کے اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ اسماءِ نبوی ﷺ تو اور بھی ہیں، یہاں پانچ کی قید کس لیے لگائی گئی ہے؟۔

۱۰۔ اقوالِ مختلفہ میں ترجیح کے بعد اس پر بطور ادلہ احادیث و آثار اور اقوالِ علماء پیش کرتے ہیں۔ مثلاً مروجہ میلادالنبی کو بدعتِ حسنہ قرار دینے کے بعد اس پر اقوالِ علماء سے استشہاد کرتے ہیں۔(۱۸)

۱۱۔ بعض اوقات مرجع المرجع کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مثلاً:

"نادر: نقله في (الزهر) عن منتخب كراع".(۱۹)

۱۲۔ بعض اوقات مؤلف اور اس کی تالیف، دونوں نام بطور حوالہ نقل کرتے ہیں۔ مثلاً:

"وفي (الموعب) لابن التيان: ماء زمزم وزمزام وهو الكثير...(۲۰) رأوه ابونعيم في الحلية ..."(۲۱)

۱۳۔ کبھی فقط مؤلف کا نام نقل کرتے ہیں۔ مثلاً:

" روی ابن المنذر وابن أبی حاتم ".(۲۲)

۱۴- کبھی فقط تالیف کا حوالہ دیتے ہیں۔ مثلاً:

"قال فی المصباح: نوع من العربان ..."(۲۳)

۱۵- بعض اوقات مراجع کے بیان میں ابہام سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً:

"قال الإمام الحلیمی رحمه الله تعالیٰ ..."(۲۴)

۱۶- بعض اوقات مجہول قائل کا کلام بھی لے آتے ہیں۔ مثلاً:

"و یرحم الله تعالیٰ القائل حیث قال ..."(۲۵)

۱۷- اگلے باب کے مضمون کی اہمیت واضح کرنے کے لیے، اس سے پہلے مقدمہ کے طور پر باب قائم کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الباب الأول فی فوائد کالمقدمة للأبواب الآتیة".(۲۶)

۱۸- بعض اوقات ایک باب کے ماتحت مختلف انواع لاتے ہیں جو اس کی جزئیات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مثلاً:

"الباب الأول فی البئر التی توضأ أو اغتسل ﷺ منها وفیه أنواع "(۲۷)

۱۹- صیغہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأبیض: صفة مشبهة من البیاض..."(۲۸)

روایاتِ سیرت کا اسلوب

۱- امام شامیؒ روایت سیرت کے آغاز میں متعلقہ جملہ مآخذ کا ذکر کرتے ہیں، نیز جس ماخذ سے الفاظ یا عبارت لاتے ہیں اس کے راوی کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً غزوۂ حدیبیہ کے سفر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روی عبد الرزاق، والإمام أحمد، وعبد بن حمید، والبخاری، و أبوداؤد، والنسائی، وابن جریر، وابن المنذر عن محمد بن مسلم بن شهاب الزهری، وابن إسحاق عن الزهری عن عروة بن الزبیر عن المسور (...) ابن مخرمة (...) ومروان بن الحکم، أنهما حدثاه ومحمد بن عمر عن شیوخه، (...) قال محمد بن عمر: دخل رسول الله ﷺ بیته فاغتسل ..."(۲۹)

واقعہ حدیبیہ کو بیان کرنے والے مآخذ کی وضاحت کے ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ ابن منذر نے معمر سے انہوں نے محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے بیان کیا، ابن اسحاق نے زہری سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے مسور سے بیان کیا اور مسور کو ابن مخرمہ اور مروان بن حکم دونوں نے حدیث بیان کی اور محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد محمد بن عمر کے قول سے واقعہ کا آغاز کیا گیا ہے۔

۲۔ سیرت کی روایات کے مابین جو اختلاف ہو اسے بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے حدیبیہ میں قیام کے بارے لکھتے ہیں:

"أقام رسول الله ﷺ بالحديبية تسعة عشر يوما، و يقال عشرين ليلة، ذكره محمد بن عمر وابن سعد. قال ابن عائذ: وأقام رسول الله ﷺ في غزوته هذه شهرا ونصفا".(۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں انیس دن قیام فرمایا۔ کہا گیا ہے کہ بیس راتیں قیام کیا، جسے محمد بن عمر اور ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ ابن عائذ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اس غزوہ میں ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔

۳۔ واقعہ سیرت کی کیفیت کے بیان میں جو مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً غزوۂ خندق کے بعد نبی پاک ﷺ واپس لوٹے غسل کیا ظہر کی نماز ادا کی، ایک آدمی نے سلام کہا۔ آپ اس کی طرف اٹھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ وہ دحیہ کلبی تھے۔ امام شامیؒ لکھتے ہیں:

"قال محمد بن عمر(...) وهو ينفض الغبار عن وجهه ، وهو معتم، وقال ابن إسحاق معتجر بعمامة، قال الماجشون:(...) سوداء من إستبرق، مرخ من عمامته بين كتفيه، على بغلة شهباء، وفي لفظ: فرس، عليها رحالة وعليها قطيفة من ديباج. قال الماجشون: أحمر، على ثناياه أثر الغبار و في رواية: قد عصب رأسه الغبار. عليه لامته"(۳۱)

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ وہ اپنے چہرے سے غبار جھاڑ رہے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔ ماجشون نے کہا ہے کہ وہ (عمامہ) سیاہ ریشم سے تھا جو وہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ سیاہی مائل سفید خچر پر (سوار) تھے۔ دوسری

روایت ہے "فرس" یعنی گھوڑے پر، جس پر چمڑے کا زین اور ریشمی مخملی چادر تھی۔ ماجشون نے (گھوڑے کا رنگ) سرخ کہا ہے۔ (سلام کہنے والے کے) دانتوں پر غبار کا اثر تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا اور اس پر ہتھیار تھے۔

۴- روایتِ سیرت کے اختصار وتفصیل کے مآخذ کو واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"روی البزار بسند رجاله ثقات عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه مختصرا...(۳۲) روی مسلم عن جابر مختصرا (...) والبیهقی والحاکم فی صحیحه مطولا عن عائشة..."(۳۳)

۵- سیرت کی روایات کے ضمن میں آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً: عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ (حدیبیہ کے مقام پر) ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تیس نوجوانوں کا گروہ ہتھیار اٹھائے ہمارے سامنے آیا۔ رسول اللہﷺ نے ان کے خلاف دعا کی، پس ہم نے ان پر قابو پالیا۔ آپﷺ نے انہیں کہا، کیا تم کسی کے عہد و امان میں ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پس آپ نے انہیں چھوڑ دیا، تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔(۳۴)

﴿وهو الذی کف أیدیهم عنکم و أیدیکم عنهم ببطن مکة من بعد أن أظفر کم علیهم﴾(۳۵)

۶- روایاتِ سیرت کوتحقیقی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: صحیح بخاری میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے۔ امام شامیؒ یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ولیس کذالك، ولکن عمر یوم الحدیبیة أرسل عبد الله إلی فرس له عند رجل من الأنصار یأتی به لیقاتل علیه ورسول اللهﷺ یبایع عند الشجرة وعمر لا یدری بذالك فبایعه عبد الله ،ثم ذهب الی الفرس فجاء به إلی عمر، وعمر یستلئم للقتال فأخبره أن رسول اللهﷺ یبایع تحت الشجرة، قال: فانطلق فذهب معه حتیٰ بایع رسول اللهﷺ. فهی التی یتحدث الناس أن ابن عمر أسلم قبل عمر".(۳۶)

حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حدیبیہ کے دن عبد اللہ کو انصاری آدمی کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تاکہ وہ اس پر جہاد کریں۔ جبکہ رسول اللہﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا۔ پس حضرت عبداللہؓ (ابن عمر) نے بیعت کی۔ پھر گھوڑا لے کر حضرت عمر کے پاس پہنچے تو آپ زرہ پہن رہے تھے۔ ان کو خبر دی کہ رسول اللہﷺ تو

درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ چلے اور بیعت کی۔ اصل میں یہ واقعہ ہے۔ لوگ کہنے لگے کہ ابن عمر اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے۔

۷- کتبِ سیر و احادیث سے غیر مربوط روایاتِ سیرت کو مربوط انداز میں نقل کرتے ہیں۔ مثلاً: غزوۂ بنو قریظہ کے بیان میں ''ابن عقبہ'' کے حوالے سے حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو اپنے فیصلے میں ثالث مقرر کرنے پر اختیار دیا۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم تسلیم کیا۔ جب وہ آئے تو (...) صحیحین کے حوالے سے لکھا ہے: (قوموا إلى سيد كم)(۳۷) پھر امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے: (فأنزلوه، وكان رجال من بني عبد الأشهل يقولون: قمنا له على أرجلنا صفين...)(۳۸) پھر ابن عائذ کے حوالے سے لکھا ہے: (فقال رسول الله ﷺ احكم فيهم يا سعد...)(۳۹) پھر ابن اسحاق کے حوالے سے لکھاہے: (... أن رسول الله ﷺ قال في حكم سعد...).(۴۰)

۸- مسئلہ کی وضاحت کے لیے ائمہ و علماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً: حضور علیہ السلام کے مختون پیدا ہونے کے بیان کے ضمن میں ابن درید، ابن الجوزی اور شیخ السیوطی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کون اور کتنے انبیاء مختون پیدا ہوئے۔(۴۱)

۹- روایتِ سیرت میں اقوالِ مختلفہ بیان کرنے کے بعد اپنے نزدیک ترجیحی قول کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً: حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مختون پیدا کیا گیا۔ اس حدیث کے بعد علامہ خطیب بغدادی کی روایت نقل کی کہ شقِ صدر کے وقت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ختنہ کیا۔ تیسرا قول امام ذہبی کا نقل کیا کہ اہلِ عرب کی عادت کے مطابق آپ کے دادا نے آپ کا ختنہ کیا۔ آخر میں حافظ قطب الخیضری کے حوالے سے پہلے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وأرجحها عندي الأول. و أدلته مع ضعفها أمثل من أدلة غيره''.(۴۲)

میرے نزدیک قولِ اوّل راجح ہے۔ اس کے دلائل اپنے ضعف کے باوجود دیگر دلائل سے واضح ہیں۔

۱۰- روایاتِ سیرت کی تائید میں صحابہ یا کبار علماء کے اشعار کو دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: غزوہ حنین اور طائف کے بیان میں حضرت ''بجیر بن زہیر اور کعب بن مالک'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اشعار کو ذکر کیا گیا ہے۔(۴۳)

۱۱- واقعاتِ سیرت میں علماء نے جو حکمتیں اور لطائف بیان کیے ہیں، وہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ربیع الاول اور پیر کے دن کیوں ہوئی؟ رمضان المبارک میں کیوں نہ ہوئی، جو خیر و برکت والا مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل ہوا اور اس میں لیلۃ القدر ہے۔ تو اس کے چار جواب ہیں۔(۴۴)

۱۲- حضور ﷺ سے تعلق رکھنے والے افراد، اشیاء اور جانوروں کا ذکر بھی سیرت کے ضمن میں کرتے ہیں۔ مثلاً: جلد نمبر گیارہ میں حضور ﷺ کی اولاد، ازواج، عشرہ مبشرہ، وزراء، عمال، خلفاء، قاصدین، کاتبین، غلام، لونڈیاں، خدام، گھوڑے، خچر اور زیر استعمال گدھے وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۳- کسی روایت پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو تو اس کا جواب دیتے ہیں ۔ مثلاً: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ابو لہب کے عذاب میں پیر والے دن اس لیے تخفیف ہوئی ہے کہ اس نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی ولادت کی خوشخبری لانے والی لونڈی "ثویبہ" کو آزاد کیا تھا۔

اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ کافر کا عمل آخرت میں اسے نفع دے گا، جبکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا﴾ (۴۵)

اور ہم ان کے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے اور انہیں گرد و غبار بنا کر اڑا دیں گے۔

امام شامی، امام بیہقی کے حوالے سے اس کا جواب نقل کرتے ہیں کہ کفار کے لیے خیر کے بطلان کا مطلب یہ ہے کہ انہیں جہنم سے خلاصی نہ ہو گی اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

"ویجوز أن یخفف عنهم من العذاب الذی یستوجبونه علی ما ارتکبوه من الجرائم سوی الکفر، بما عملوه من الخیرات". (۴۶)

یہ ممکن ہے کہ ان کی بعض نیکیوں کے بسبب ان کے اس عذاب میں تخفیف کر دی جائے جو ان کے جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے ان پر لازم ہوا ہے، سوائے کفر کے۔

۱۴- روایات کے اختلاف کو دفع کرتے ہوئے ان کے مابین تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً: امام بیہقی نے مسعودی کے طریق سے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا؟ میں نے اپنا نام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تو سو جائے گا۔ آپ نے پھر پوچھا تو میں نے اپنے آپ کو پیش کیا، چنانچہ ان کی آنکھ لگ گئی، دن چڑھے آنکھ کھلی۔(۴۷)

محدثین اس نیند اور سفر کے واقعہ کے بارے لکھتے ہیں کہ یہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر رونما ہوا۔ امام شامیؒ لکھتے ہیں:

"... قلت لم ینفرد المسعودی بذالك، قال ابن أبی شیبة فی المصنف: حدثنا منذر عن شعبة عن جامع بن شداد به، ولا مانع من التعدد". (۴۸)

میں کہتا ہوں کہ اس (حدیث کے بیان) میں مسعودی منفرد نہیں (بلکہ) ابن ابی شیبہ نے (اپنی کتاب) المصنف میں اس حدیث کو "منذر عن شعبة عن جامع بن شداد" کی سند سے بیان کیا ہے اور اس واقعہ کے متعدد ہونے میں کوئی مانع بھی نہیں۔

اعلام و اماکن کا اسلوبِ بیان

۱- اعلام الرجال اور اماکن کا تلفظ واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"... أبو بصیر عتبة، بضم العین المهملة، ابن أسید، بوزن أمیر..."(۴۹)

الحدیبیة: بحاء مهملة مضمومة، فدال مهملة مفتوحة فموحدة مكسورة فتحیة مفتوحة". (۵۰)

۲- اعلام الرجال کے تعارف میں ان کی نسبت واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"..كلفة بالفاء: ابن عوف بن عمرو، بن مالك بن الأوس الكنانی ثم اللیثی". (۵۱)

۳- اعلام الرجال کے تعارف میں ان کا شجرۂ نسب بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً زمانۂ جاہلیت میں جن کا نام "محمد" تھا ان کے ذکر میں ان کا شجرہ نسب بیا ن کیا گیا ہے۔(۵۲)

۴- عرفی نام کے ساتھ اصل نام بھی ذکر کرتے ہیں، نیز معروف نام بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"محمد بن حمران بن أبی حمران. و اسمه ربیعة بن مالك الجعفی المعروف بالشویعر". (۵۳)

۵ - اصطلاحی علم کی وضاحت کرتے ہیں اور مختصر تاریخی پس منظر بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"كسرى بفتح الكاف وكسرها: اسم ملك الفرس. والذی ولد النبیﷺ فی زمانه: أنوشیروان بن قباذ بن فیروذ بن یزدجرد بن بهرام جور. والذی كتب إلیه الكتاب ومزّقه ..."(۵۴)

۶- قبائل کے ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"قريظة بضم القاف: (...) هو رجل نزل أولاده قلعة حصينة بقرب المدينة فنسبت إليهم. و قريظة والنضير أخوان من أولاد هارون عليه السلام ".(٥٥)

٧ - اماکن کا محل وقوع بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"ساوة: مدينة بين الرى وهمذان، السماوة بسين مهملة مفتوحة فميم مخففة: بادية لبنى كلب عند الكوفة ..."(٥٦)

٨ - سببِ علمیت بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"السماوة: (...) أرض عالية لا حجر فيها، لها طول ولا عرض لها سميت السماوة لسموها أى علوها ".(٥٧)

معنوی وضاحت کا اسلوب

١۔ معنوی وضاحت میں آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأحسن: (...) المراد به: المستجمع صفات الكمال.(٥٨) قال تعالىٰ: ﴿ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله﴾ ..."(٥٩)

٢۔ معنوی وضاحت میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأجود (...) روى الشيخان عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: (كان رسول الله ﷺ أجود الناس)".(٦٠)

٣۔ معنوی وضاحت میں ائمہ و علماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

"قال الشيخ رحمه الله تعالىٰ: أحاد فى العربية بضم الهمزة: اسم عدد معدول عن واحد واحد..."(٦١)

٤۔ معنوی وضاحت میں علماءِ لغت اور کتبِ مختلفہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً:

"... قال الزجاج: الصالح الذى يؤدى إلى الله ما افترضه عليه و إلى الناس حقوقهم، وقال فى المطالع: الصالح القيّم بما يلزمه من الحقوق".(٦٢)

٥۔ معنوی وضاحت میں اشعار کو بھی بطور استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً:

"قال فى (الصحاح) الخير ضد الشر قال الشاعر:

فما كنانة فى خير بخائرة   ولا كنانة فى شربأ شرار(٦٣)

۶- معنوی بیان میں حروفِ اصلیہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الألمعی: (...) مأخوذ من لمع النار وهو لهبها..."(۶۴)

۷- معنوی وضاحت کی اعرابی وضاحت اور ترکیب نحوی کرتے ہیں۔ مثلاً:

"موکب جبریل: بتثلیث الباء الفتح بتقدیر أنظر، والجر بدل من الغبار، والضم خبر مبتدأ محذوف تقدیره هذا موکب جبریل..."(۶۵)

۸- معنوی وضاحت میں بعض اوقات لفظ کا متضاد ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الحفیظ: فعیل من الحفظ وهو صون الشيء عن الزوال فإن کان فی الذهن فضده النسیان. أو فی الخارج فضده التضییع".(۶۶)

شرحِ غریب کا اسلوب

۱- ابواب کے بعد "تفسیر الغریب / شرح غریب ما تقدم" وغیرہ کے الفاظ کے عنوان کے تحت مشکل الفاظ کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔ بعض اوقات حدیث و اثر کے بعد ہی اثناءِ عبارت غریب الفاظ کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مثلاً:

" المأزمین: تثنیة مأزم بالهمزة والزای: المضیق فی الجبال".(۶۷)

۲- غریب الفاظ کے لغوی معانی کی وضاحت کرتے ہیں اور مراجع کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً:

"اعتاف: قال فی النهایة العیافة: زجر الطیر والطفاؤل بأسمائها وأصواتها وممرها..."(۶۸)

۳- شرح غریب میں معنوی تصحیح بھی فرماتے ہیں۔ مثلاً:

"الکاف: بتشدید الفاء. قال ابن عساکر: قیل معناه الذی أرسل إلی الناس کافة. وهذا لیس بصحیح لأن کافة لا یتصرف منه فعل فیکون اسم فاعل. وإنما معناه الذی کف الناس عن المعاصی".(۶۹)

۴- تفسیر الغریب میں اقوالِ سلف بھی لاتے ہیں۔ مثلاً:

"... ﴿إن أول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا﴾(۷۰) ویدل علی أن المراد بالبیت، بیت العبادة لا مطلق البیوت وقد ورد ذالك صریحا عن علی رضی الله تعالیٰ عنه. أخرجه إسحاق بن راهویه، وابن أبی حاتم بإسناد صحیح عنه ..."(۷۱)

۵- لفظ کے ممکنہ مختلف معانی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأوّاه: (...) قد اختلف في معنى الأوّاه على أقوال حاصلها: أنه الخاشع المتضرع في الدعا المؤمن التواب، والموقن المنيب الحفيظ بلا ذنب، المسبح المستغفر بلاخطأ ..."(۷۲)

۶- شرح غریب میں لفظ کا مرادی معنی بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"قوله: فغط بضم الغين المعجمة على الصواب، والمراد بالشيطان هنا المتمرد من الجن..."(۷۳)

۷- لفظ کی معنوی کیفیت خوب واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الاعتجار بالعمامة: هو أن يلفها على الرأس، ويرد طرفها على وجهه ولا يعمل منها شيئا تحت ذقنه". (۷۴)

۸- شرحِ غریب میں لفظ کی مختلف لغات بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

"(...) ومن صالب: اى من صلب يقال صُلْب وصُلُبٍ وصَالبٍ ثلاث لغات". (۷۵)

۹- لفظ کا تلفظ واضح کرنے کے لیے حرکات و سکنات کی وضاحت کے علاوہ لفظ کا معروف وزن بھی لاتے ہیں۔ مثلاً:

"دِجلة بكسر الدال المهملة: نهر بغداد (...). الإيوان: بوزن الديوان..."(۷۶)

۱۰- اعرابی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

"سبل الرشاد: طرقه وهو مجرور عطفا على ما قبله". (۷۷)

۱۱- لفظ کی شرح میں صرفی قواعد کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأحد: (...) اصله: وَحَدَ بفتح الحاء وبكسر ها أيضا، فأبدلت الواو المفتوحة همزة شذوذا، لأن قياس المفتوحة أول الكلمة أن تبقى على حالها". (۷۸)

۱۲- لفظ کی شرح میں کبھی نحوی قواعد کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الأول: (...) وهو هنا غير مصروف لكونه جعل علما لهﷺ ولوزن الفعل ..."(۷۹)

۱۳- لفظی وضاحت میں صرفی باب کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

"الحليم: (...) وهو اسم فاعل من حَلُمَ بالضم ككريم من كَرُمَ ..."(۸۰)

۱۴- شرحِ غریب میں (سیاقِ کلام میں وارد ہونے والی) ضمیر کا مرجع بھی واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:
"وقول سيدنا العباس (من قبلها) الضمير فيه إما للدنيا، أو للنبوة، أو للولادة". (۸۱)

۱۵- شرح الغریب میں واحد جمع کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:
"الشرفات: بضم الراء وفتحها وسكونها جمع شرفة". (۸۲)

۱۶- کبھی لفظ کے تذکیر و تانیث کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:
"غرآء: تانيث (۸۳) قال فى الصحاح: الأذن مؤنثة وتصغيرها أذينة". (۸۴)

اسالیبِ کتبِ سیرت کا تقابلی جائزہ

جب "سیرت شامیہ" کے اسالیب کا اس سے مقدم کتبِ سیرت سے تقابل کیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ "سبل الھدی" ان کتب کے جملہ اسالیب کی حامل ہے بلکہ ان سے بڑھ کر۔ اسی طرح "سیرت شامیہ" سے زمانی اعتبار سے مؤخر کتبِ سیرت میں، اس میں پائے جانے والے اسالیب کی مشابہت موجود ہے۔ گویا امام شامیؒ نے جس طرح اسلاف کی کتب سیرت کے اسالیب و مواد کو یکجاء کرکے اسے سیرت کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا بنا دیا، اسی طرح آپ اپنے جامع اسالیب اور وسعتِ معلومات کی بدولت ما بعد مؤلفین و مصنفینِ کتبِ سیرت پر بھی اثر انداز ہوئے۔

امام شامی کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو "شرحِ غریب" ہے۔ "تفسیر الغریب" کا جو اہتمام سیرتِ شامیہ میں ہے، اس سے ماقبل کتبِ سیرت میں نظر آتا ہے، نہ مابعد میں۔ شرحِ غریب الحدیث، حدیث کے مختلف فنون میں سے ایک اہم فن ہے۔

علامہ اعظمی اس فن کی اہمیت پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"فإن أنواع علوم الحديث. كما قال الحازمي. كثيرة تبلغ مائة، كل نوع منها علم مستقل(...) ومن أهم أنواعه: علم غريب الحديث، ويعنون به ما وقع فى متن الحديث من لفظة غامضة بعيدة عن الفهم لقلة استعمالها، وهوكما قال النووى: فن مهم يقبح جهله بأهل الحديث، والخوض فيه صعب، حقيق بالتحرى، جدير بالتوقى، وكان السلف يتثبتون فيه أشد تثبت، فقد روينا عن أحمد (بن حنبل) أنه سئل عن حرف منه فقال: سلوا أصحاب الغريب، فإني أكره أن أتكلم فى قول رسول الله ﷺ بالظن". (۸۵)

جیسا کہ حازمی نے کہا: علم حدیث کی اقسام سو سے زائد ہیں۔ ہر قسم ایک مستقل فن (علم) ہے۔ ان انواع میں سے سب سے اہم نوع ''علمِ غریب الحدیث'' ہے۔ اس سے مراد متنِ حدیث میں واقع ہونے والے وہ الفاظ ہیں جو قلتِ استعمال کی وجہ سے گہرے اور فہم سے دور ہوتے ہیں۔ امام نووی نے (اس کے بارے) کہا ہے کہ یہ ایک ایسا اہم فن ہے کہ اصحابِ حدیث کی اس سے لاعلمی ایک عیب ہے۔ اس میں (اپنی مرضی سے) گفتگو مشکل ہے۔ یہ غور و فکر اور بچنے کے لائق ہے۔ اسلاف اس میں خوب چھان بین کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے بارے منقول ہے کہ آپ سے ایک حرف کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اصحاب الغریب سے پوچھو! میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں ظن (گمان) سے کلام کرنا پسند نہیں کرتا۔

سیرتِ شامی کے مصادر کی حیثیت

علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب کے آغاز میں اپنے مقدمہ کے اول میں ایک جملہ تحریر کیا ہے: ''وتحريت فيه الصواب''(۸۶) جو سیرت شامیہ کے مصادر و مراجع کی اہمیت و حیثیت کو بھی واضح کرتا نظر آتا ہے۔ یعنی سیرت میں (امام شامیؒ کے بقول) بہتر کا انتخاب کیا گیا ہے۔ بہتر کا انتخاب بہترین مصادر و مراجع سے ہی ممکن ہے۔

دوسرا جملہ جو انہوں نے اپنے مقدمہ کے آغاز میں لکھا ہے: ''لم أذكر فيه شيئا من الأحاديث الموضوعات''(۸۷) یہ بھی سیرتِ شامیہ کے مواد کی عمدگی پر دال ہے۔ لہذا سیرتِ شامیہ کے مصادر و مراجع بحیثیت مجموعی عمدہ و بہتر ہیں۔

اس کے بعد علامہ شامی اپنے اختصارات و رموز واضح کرتے ہوئے اپنی سیرت کے عمومی مصادر و مراجع کا بھی ذکر کرتے ہیں، جن میں بنیادی مآخذ ''صحاح ستة'' کے علاوہ موطأ اما م مالك، مسند الشافعی، مسند احمد اور دارقطنی کو بیان کیا ہے، جن کی ثقاہت مسلمہ ہے۔

ذیل میں سیرت شامی کے وہ مصادر و مراجع، جن سے علامہ شامی نے بکثرت استفادہ کیا ہے، ان کے مؤلفین کی ثقاہت و عدمِ ثقاہت کے بارے ائمہ کی آراء نقل کی جاتی ہیں، تاکہ ان کی روشنی میں سیرت شامیہ کے مصادر و مراجع کی حیثیت واضح کی جا سکے۔

۱۔ احمد بن محمد بن حنبل (م ۲۴۱ ھ) آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں: ''هو ثقة ثبت صدوق كثيرا لحديث''۔(۸۸)

۲. اسحاق بن ابراهیم ابو محمد بن راهویه (م۲۳۸ھ) حافظ حدیث، فقیہ، ان کو ثقہ اور مامون کہا گیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اسحاق کی مثل مجھے معلوم نہیں۔(۸۹)

۳. البزار: الحسن بن الصباح بن محمد البزار الواسطی البغدادی (م ۲۴۹ھ) بعض ائمہ نے ان کو ضعیف کہا ہے، جبکہ امام احمد نے ان کو ثقہ اور صاحب سنۃ کہا ہے۔(۹۰)

۴. البیهقی: ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی (م ۴۵۸ھ) السنن الکبیر والصغیر، دونوں ان کی تالیف ہیں۔ سنن بیہقی کے بارے حاجی خلیفہ لکھتے ہیں: ''لم یصنف فی الإسلام مثله''۔(۹۱)

۵. ابن جریر: عبد الله بن جریر بن عبد الله البجلی کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۹۲)

۶. ابن جریر: ابو جعفر محمد الطبری (م۳۱۰ھ) ان کے بارے سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''کتابه أجل التفاسیر و أعظمها''۔ امام نووی فرماتے ہیں: ''أجمعت الأمة علی أنه لم یصنف مثل تفسیر الطبری''۔(۹۳)

۷. ابن ابی حازم: عبد العزیز بن ابی حازم المخزومی (م ۱۸۴ھ)، ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ مدینہ میں امام مالک کے بعد ان سے بڑھ کر فقیہ کوئی نہیں۔(۹۴)

۸. ابن حبان: محمد بن حبان البستی (م ۳۵۴ھ) کی تاریخ محدثین، کی طرز پر ہے۔(۹۵)

۹. الخطیب البغدادی: ابو بکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کی کتاب ''تاریخ بغداد'' محدثین کے طریقے پر لکھی گئی۔ اسے ''کتاب عظیم الحجم والنفع'' کہا گیا ہے۔ اس کے بھی کئی ذیل لکھے گئے۔(۹۶)

۱۰. الدارقطنی: ابو الحسن علی بن عمر المعروف الحافظ البغدادی (م ۳۸۵ھ) کو صاحب کشف الظنون نے ''الامام الحجة'' کے الفاظ سے موسوم کیا ہے۔(۹۷)

۱۱. الدارمی: عبد الله بن عبد الرحمن الدارمی السمرقندی (م۲۲۵ھ) حافظِ حدیث، صاحب المسند و التفسیر والجامع، عظیم علماءِ اعلام میں سے ہیں۔ امام احمد نے ان کو اپنے زمانے کا امام کہا ہے۔(۹۸)

۱۲. ابن ابی الدنیا: عبد الله بن محمد بن عبیدة (م ۲۸۱ھ) حافظِ حدیث، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ۔ ابوحاتم نے ان کو صدوق کہا ہے۔(۹۹)

۱۳. الزبیری: مصعب بن عبد الله الزبیری المدنی (م ۲۳۳ھ)، ابن معین اور دارقطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۱۰۰)

۱۴. الزھری: محمد بن مسلم بن عبیدالله بن عبد الله بن شهاب القرشی الزهری المدنی، حجاز و شام کے عظیم عالم۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب لوگوں میں سے زیادہ سخی اور زیادہ متقی تھے۔(۱۰۱)

۱۵. ابن سعد: محمد بن سعد بن منیع الهاشمی (م۲۳۰ھ)، کاتب الواقدی کے نام سے موسوم ہیں۔ بغداد کے مقیم، الطبقات الکبریٰ کے مصنف، کبار ثقہ حفاظ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے بارے خطیب بغدادی کا قول ہے: ''كان من أهل العلم والفهم والفضل والعدالة وحديثه يدل على صدقه...''(۱۰۲)

۱۶. السهیلی: ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن احمد السهیلی (م۵۸۱ھ)، اپنی تالیف ''الروض الانف فی شرح غریب السیر'' کے بارے فرماتے ہیں: ''فإنی انتخبت فی هذا الإملاء بعد الاستخارة إلى إيضاح ماوقع فی سيرة رسول الله ﷺ''۔(۱۰۳)

۱۷. ابن سیرین: محمد بن سیرین الانصاری (م۱۱۰ھ) اپنے وقت کے عظیم امام تھے۔ امام شعبی، قتادہ اور مالک بن دینار جیسے عظیم ائمہ فن نے ان سے اخذ کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں: ''كان ثقة مامونا عاليا رفيعا فقيها إماما كثير العلم''۔(۱۰۴) بکر المزنی کہتے ہیں: ''والله ما أدركنا من هو أورع منه''۔

۱۸. ابن ابی شیبة: عثمان بن محمد بن ابی شیبة العبسی (م۲۳۹ھ)، ابن معین نے انہیں ثقہ اور امین کہا ہے۔ ابو حاتم نے ''صدوق'' کہا ہے۔(۱۰۵)

۱۹. الصنابحی: عبد الرحمن بن عسیلة الصنابحی، خلیفہ عبد الملک کے زمانے میں فوت ہوئے۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۱۰۶)

۲۰. ابن عائذ: عبد الرحمن بن عائذ الثمالی، انہیں امام نسائی نے ثقہ کہا ہے۔(۱۰۷)

۲۱. عبد الرزاق بن همام بن نافع الحمیری ابو بکر الصنعانی (م۲۱۱ھ) عظیم ائمہ حدیث اور حفاظِ حدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: ''رحل إليه أئمة المسلمين وثقاتهم ولم نر بحديثه بأسا إلا أنهم نسبوه إلى التشيّع''۔ ان سے امام احمد، اسحاق، ابن المدینی، ابن معین، محمد

بن رافع اور خلقِ کثیر نے روایت کیا ہے۔(۱۰۸)

۲۲. ابن عبد البرّ: ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النمری القرطبی (م ۴۶۳ھ) المعروف ابن عبدالبرّ، ان کی کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' کے بارے میں منقول ہے: ''ھو کتاب جلیل القدر''۔(۱۰۹)

۲۳. العجلی: عبد اللہ بن صالح بن مسلم العِجلی (م ۲۱۱ھ)، صاحبِ تاریخ، ابن معین اور ابن خراش نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۱۱۰)

۲۴. ابن عساکر: ابو الحسن علی بن حسن المعروف ابن عساکر (م۵۷۱ھ) کی تالیف ''تاریخ دمشق'' بہت عظیم اور معروف کتاب ہے۔ متاخرین نے اس کے کئی ذیل لکھے۔(۱۱۱)

۲۵. الفریابی: محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الفریابی (م۲۱۲ھ)، حافظِ حدیث، قیساریہ کے مقیم تھے۔ ابو حاتم اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری نے ان کو اہل زمانہ سے افضل کہا ہے۔(۱۱۲)

۲۶. القشیری: محمد بن رافع القشیری النیشا بوری (م ۲۴۵ھ) حافظِ حدیث اور زاہد تھے۔ اخذِ علم کے لیے خوب سفر کرنے والے۔ ان کو خیار، ثقہ اور مامون کہا گیا ہے۔(۱۱۳)

۲۷. ابن القاسم: عبد الرحمن بن القاسم المصری (م ۱۹۱ھ)، امام نسائی نے ان کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔(۱۱۴)

۲۸. الکلبی: محمد بن السائب بن بشر بن عمرو الکلبی (م۱۴۶ھ)، ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ ان کی تفسیر سے راضی ہیں۔ ابو حاتم کے بقول ان کی احادیث کے ترک پر اجماع ہے اور وہ متہم بالوضع ہے۔(۱۱۵)

۲۹. ابن الماجشون: عبد الملک بن عبد العزیز بن عبد اللہ ابن الماجشون المدنی (م۲۱۲ھ)، ابن عبد البرّ نے ان کو فقیہ فصیح کہا ہے۔ امام ابو داؤد نے ان کو ''لا یعقل الحدیث'' کہا ہے، جب کہ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔(۱۱۶)

۳۰. ابن المبارک: عبد اللہ بن المبارک (م۱۸۱ھ) عظیم ائمہ اعلام سے ہیں۔ چارہزار شیوخ سے احادیث لکھیں اور ایک ہزار سے روایت کیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں: ''ابن المبارک عالم المشرق والمغرب''۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان جیسا کوئی نہیں گزرا۔ ابو اسحاق الفرازی نے ان کو

''امام'' کہا ہے۔ ابن معین نے ان کو''ثقة صحیح الحدیث'' کہا ہے۔(۱۱۷)

۳۱. محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی (م۱۵۱ھ)، مغازی و سیر کے عظیم ائمہ فن میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اپنے باپ، عطاء اور زہری کے علاوہ دیگر بے شمار اہل علم سے روایت کرتے ہیں۔ ابن شہاب کا ان کے بارے قول ہے: ''لایزال بالمدینة علم جم ما کان فیها ابن إسحاق''۔ نیز امام احمد نے ان کے بارے ''حسن الحدیث'' کے الفاظ کہے ہیں امام بخاری فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ علی بن عبد اللہ ان سے احتجاج کرتے ہیں''۔ محدثین کی جماعت نے ان کے بارے ''حسن الحدیث صدوق'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ العجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۱۱۸)

۳۲. المقریزی: تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م۸۴۵ھ) کی کتاب ''امتاع الاسماع'' کے بارے حاجی خلیفہ کے الفاظ ہیں: ''هو کتاب نفیس''۔(۱۱۹)

۳۳. ابن المنذر: ابراهیم بن المنذر بن عبد الله الاسدی الحزامی ابو اسحاق المدنی عظیم محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ امام نسائی، ابو حاتم، ابن معین اور دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔(۱۲۰)

۳۴. ابونعیم: ابو نعیم احمد بن عبد الله الاصبهانی (م۴۳۰ھ)، ان کی کتاب ''حلیة الاولیاء فی الحدیث'' کے بارے صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں: ''وهو کتاب حسن معتبر''۔(۱۲۱)

۳۵. النووی: محی الدین یحییٰ بن شرف النووی (م۶۷۶ھ) کی کتاب ''تهذیب الاسماء والصفات'' کو''کتاب مفید'' کہا گیا ہے۔(۱۲۲)

۳۶۔ الواسطی: خالد بن عبد الله بن عبد الرحمن ابو محمد الواسطی الطحان (م۱۸۲ھ/۱۹۹ھ)، امام احمد نے ان کو ثقہ اور دین دار کہا ہے۔(۱۲۳)

۳۷. وهب بن منبّه بن کامل الصنعانی (م۱۱۰ھ) اخباری کے لقب سے معروف ہوئے۔ امام نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۱۲۴)

ائمہ فن کی آراء کے جائزے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سیرتِ شامی کا اکثر و بیشتر حصہ بنیادی اور معتبر مصادر و مراجع پر مبنی ہے۔

مقالہ ہذا میں نتائج کے طور پر جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- علامہ شامی صحرائے قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں مقیم رہے۔ اسے تربتِ برقوق بھی کہتے ہیں۔

اصل میں سلطان برقوق نے قرافۂ شرقیہ میں متعدد تعمیرات کو ایک بلاک میں جمع کر دیا تھا۔ اس میں مدرسہ، مسجد اور صوفیاء کی عظیم خانقاہ تھی۔ آبادی پھیلنے کی وجہ سے اب یہ علاقہ قاہرہ شہر کے محلوں میں سے ایک محلّہ بن چکا ہے۔

۲۔ علامہ شامی نے متجردانہ زندگی بسر کی۔ آپ خوش خلق، بارعب، خوش گفتار، باحیاء، عابد و زاہد، عالم باعمل، نڈر، غریبوں کے ہمدرد اور مہمان نواز تھے۔ اپنے زمانے کے بے مثل محدث، مفسر، مؤرخ، فقیہ ادیب اور نحوی لغوی عالم تھے۔ آپ مدرسہ برقوق میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ مدرسہ کے اوقاف سے ملنے والے وظائف سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔

۳۔ علامہ شامی ۲۳ کتب کے مصنف ہیں، جو ان کی تبحر علمی اور مختلف فنون میں مہارت پر دال ہیں۔

۴۔ سیرتِ شامیہ کی پہلی بارہ جلدیں متون پر مشتمل ہیں جبکہ آخری دو جلدیں (تیرہویں، چودھویں) فہارس پر مبنی ہیں۔ اس میں مجموعی طور پر (۱۱۲) اہم موضوعات ہیں۔ ہر موضوع کے ماتحت متعدد ابواب ہیں۔ اس طرح سیرتِ شامیہ کے کل ابواب کی تعداد (۱۵۳۰) ہے۔

۵۔ سیرتِ شامیہ اپنے اسالیب میں متقدمین کی کتبِ سیرت کی جامع بلکہ ان سے زائد اور بہتر اسالیب کی حامل ہے اور متأخرین کی کتبِ سیرت پر اپنے جامع اسالیب اور وسعتِ معلومات کی وجہ سے اثر انداز ہے۔

۶۔ سیرتِ شامیہ کا ایک نمایاں پہلو غریب الفاظ کی شرح ہے۔ "تفسیر الغریب" کا جو اہتمام اس میں ہے، اس سے ماقبل کتبِ سیرت میں نظر نہیں آتا اور نہ ہی ما بعد۔

۷۔ ائمہ فن کی آراء کے جائزے کے بعد، نتیجے کے طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیرتِ شامی کا اکثر و بیشتر حصہ بنیادی اور معتبر مصادر و مراجع پر مشتمل ہے۔

۸۔ علامہ شامی متنِ حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں اور بظاہر متعارض احادیث کے مابین تطبیق بھی کرتے ہیں۔ آپ متنِ حدیث پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ اس طرح کے علمی مباحث آپ کے تبحر علمی کو واضح کرتے ہیں۔

۹۔ امام شامی متنِ حدیث کے ساتھ ساتھ احادیث کے مصادر اور ان کے طرق و اسناد پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ایک ایک حدیث کے متعدد مصادر و مراجع اور اس کے متعدد طرق کی نشاندہی کرتے

ہیں۔ آپ کے اسی علمی مرتبہ کے پیشِ نظر ہی اصحابِ علم نے آپ کو "المحدث، المطلع، الثقة، المسند، مفننا فی العلوم وخاتمة المحدثین" کے القابات سے یاد کیا ہے۔

۱۰۔ علامہ شامی سند کے رواۃ پر نقد و جرح لاتے ہیں۔ بعض اوقات رواۃ پر نقد کا جواب دیتے ہیں۔ نیز متنِ حدیث پر نقد کرتے ہوئے اس پر فنی اعتبار سے بھی گفتگو کرتے ہیں۔ یہ بات آپ کے نقد و جرح کے مقام کو واضح کرتی ہے۔

۱۱۔ علامہ شامی کی سیرتِ شامیہ میں کتبِ تاریخ کا موضوعاتی اسلوب غالب ہے، جس وجہ سے ان کو مؤرخین کی صف میں بھی شمار کیا گیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱. الفتیح (محمد نظام الدین) مقدمہ کتاب ازواج النبی، ۹ دار ابن کثیر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء

۲. الفتیح، م ن: ۹

۳. احمد عطیۃ اللہ، القاموس الاسلامی: ۴/۱۴۴

۴. الکتانی (عبد الحی بن عبد الکبیر) فہرس الفہارس، ۲/ ۱۰۶۲ دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۶ء

۵. امیر برقوق کو امیر بیقاء کے زمانے میں، اس وقت کا مشہور تاجر خواجہ (قراجا) عثمان بن مسافر حاصل کر کے لایا۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے ابھرے ہوئے تھے، اسی لیے اسے برقوق عثمانی کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: (العاصمی، عبد الملک بن حسین (م۹۰۲ھ) سمط النجوم العوالی: ۴/ ۳۸) اس سے ۷۶۴ھ میں امیر بیقاء اتابک یلبغا عمری نے اسے خرید لیا اور پھر بعد میں آزاد کر دیا۔ اسی کے گھر میں تعلیم و تربیت حاصل کی، تیر اندازی اور ملک و سلطنت کے آداب و قواعد سیکھے۔ اس طرح اس کا خاندانی اکھڑپن دور ہو گیا اور وہ امارات اور اعلیٰ عہدہ حاصل کرنے کے قابل بن گیا۔ دیکھئے: (ابن خلدون، عبد الرحمٰن، تاریخ ابن خلدون: ۱۰/ ۲۷)

سلطان برقوق کو مصر کا والی بننے سے پہلے مختلف حادثات سے دو چار ہونا پڑا۔ مختلف عہدوں پر فائز رہا۔ آخر ۷۸۴ھ (۱۳۸۲ء) کو مصر کا حکمران بنا اور اپنی وفات (۸۰۱ھ) تک تختِ سلطنت پر متمکن رہا۔ دیکھئے: (القاھرہ: ۱۸۰ (سلسلة المصریات ۱۹۹۹م)۔ امام سخاوی نے اس کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شریعت کو پسند کرتا تھا۔ مسافر لوگ اور حرمین شریفین کے مقامات اس سے بہت متمتع ہوئے۔ وہ بہادر، ذہین اور امورِ مملکت میں ماہر تھا مگر مال کے جمع کرنے میں شدید طامع تھا، جس وجہ سے اس کی ولایت میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی۔ نیز بلند آواز، بڑی داڑھی اور وسیع آنکھوں والا تھا۔ شہسوار اور تیرانداز تھا۔ فقراء (درویشوں) سے محبت کرتا اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آتا۔ خصوصاً جب بیمار ہوتا تو بہت صدقہ کرتا۔ دیکھئے: (السخاوی، الضوء اللامع : ۳/ ۱۲)

۶. الشعرانی (عبد الوہاب بن احمد) (م۹۷۳ھ) الطبقات الصغریٰ، ۵۶ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۹ء

۷. الہیثمی (احمد بن حجر) الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان، ۱۰ مطبعۃ دارالکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر ۱۳۲۶ھ

۸. عادل احمد عبد الموجود، علی معوض، مقدمہ: سبل الہدی و الرشاد، ۱/۴۱، ۴۰ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء
۹. مصطفی السقا، ابراہیم لابیاری، عبد الحفیظ شلبی، مقدمۃ سیرۃ ابن ہشام، ۱/ ۱۳ داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۰. عادل احمد عبد الموجود، علی معوض، م ن ۱/ ۴۰
۱۱. عادل احمد عبد الموجود، علی معوض، م ن ۱/ ۵
۱۲. حاجی خلیفہ (مصطفی بن عبد اللہ) (م ۱۰٦۷ ھ) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ۲/ ۹۷۸ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۱۳. شاہ عبد العزیز عجالہ نافعہ: ۱۵۲
۱۴. الشامی (محمد بن یوسف) (م ۹۴۲ھ) سبل الہدی و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ۱/ ۳ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء
۱۵. الشامی ، م ن : ۸/ ۱۹
۱٦. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۹
۱۷. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۰۲
۱۸. الشامی ، م ن : ۱/ ۳٦۲تا ۳۷۴
۱۹. الشامی ، م ن : ۱/ ۱۹۸
۲۰. الشامی ، م ن : ۱/ ۱۸۱
۲۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۱۸۲
۲۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۱۳۹
۲۳. الشامی ، م ن : ۱/ ۱٦۳
۲۴. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۲۴
۲۵. الشامی ، م ن : ۱/ ۲۴۰
۲٦. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۰۰
۲۷. الشامی ، م ن : ۸/ ۳
۲۸. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۰
۲۹. الشامی ، م ن : ۵/ ۳۳
۳۰. الشامی ، م ن : ۵/ ۵۷
۳۱. الشامی ، م ن : ۵/ ۳
۳۲. الشامی ، م ن : ۵/ ۳۸
۳۳. الشامی ، م ن : ۵/ ۳
۳۴. الشامی ، م ن : ۵/ ۵۴
۳۵. الفتح : ۲۴
۳٦. الشامی ، م ن : ۵/ ۴۹
۳۷. الشامی ، م ن : ۵/ ۱۰

۳۸. الشامی ، م ن : ۵/ ۱۱

۳۹. الشامی ، م ن : ۵/ ۱۱

۴۰. الشامی ، م ن : ۵/ ۱۱

۴۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۴۸

۴۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۴۷

۴۳. الشامی ، م ن : ۵/ ۴۰۷، ۴۰۸

۴۴. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۳۷

۴۵. الفرقان : ۲۳

۴۶. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۷۶

۴۷. الشامی ، م ن : ۵/ ۶۰

۴۸. الشامی ، م ن : ۵/ ۶۰

۴۹. الشامی ، م ن : ۵/ ۶۱

۵۰. الشامی ، م ن : ۵/ ۶۹

۵۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۱۰

۵۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۱۰

۵۳. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۱۰

۵۴. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۶

۵۵. الشامی ، م ن : ۵/ ۱۸

۵۶. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۸

۵۷. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۸

۵۸. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۳

۵۹. حم السجدة : ۳۳

۶۰. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۲

۶۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۳

۶۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۸۱

۶۳. الشامی ، م ن : ۱۲/ ۲۷۱

۶۴. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۳۳

۶۵. الشامی ، م ن : ۵/ ۲۱،۲۲

۶۶. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۴۹

۶۷. الشامی ، م ن : ۱/ ۲۰۸

۶۸. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۶

۶۹. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۹۹

۷۰. ال عمران : ۹۶
۷۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۱۴۳
۷۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۳۶
۷۳. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۰۵
۷۴. الشامی ، م ن : ۵/ ۲۱
۷۵. الشامی ، م ن : ۱/ ۷۲
۷۶. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۶
۷۷. الشامی ، م ن : ۱/ ۷۳
۷۸. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۳
۷۹. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۳۷
۸۰. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۵۰
۸۱. الشامی ، م ن : ۱/ ۷۲
۸۲. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۷
۸۳. الشامی ، م ن : ۱/ ۳۵۹
۸۴. الشامی ، م ن : ۱/ ۴۲۷
۸۵. الاعظمی (حبیب الرحمٰن) مقدمہ مجمع بحار الانوار: ۱/۵، مکتبۃ دارالایمان المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء
۸۶. الشامی ، م ن : ۱/ ۳
۸۷. الشامی ، م ن : ۱/۳
۸۸. ابن سعد (محمد) (م ۲۳۰ھ) الطبقات الکبریٰ: ۷/ ۲۵۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت طبع ثانی، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء
۸۹. الخزرجی (احمد بن عبد اللہ) (م ۹۲۳ھ) خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال : ۱/ ۴۷، طبع اول ۲۰۰۱ء
۹۰. الخزرجی ، م ن : ۱/ ۲۳۶، ۲۳۷
۹۱. حاجی خلیفہ ، م ن : ۱۰۰۷
۹۲. الخزرجی، م ن : ۲/ ۲۳۷
۹۳. حاجی خلیفہ ، م ن : ۴۳۷
۹۴. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۲۰۰
۹۵. حاجی خلیفہ ، م ن : ۲۷۷
۹۶. حاجی خلیفہ ، م ن : ۲۸۸
۹۷. حاجی خلیفہ ، م ن : ۱۰۰۷
۹۸. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۸۷
۹۹. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۱۴
۱۰۰. الخزرجی ، م ن : ۳/ ۱۰۰، ۱۰۱

۱۰۱. الخزرجی ، م ن : ۳/ ۴۱، ۴۲
۱۰۲. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۵۱۲
۱۰۳. حاجی خلیفہ ، م ن : ۹۱۷
۱۰۴. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۵۲۱
۱۰۵. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۲۷۲
۱۰۶. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۷۶
۱۰۷. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۶۹
۱۰۸. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۹۶
۱۰۹. حاجی خلیفہ ، م ن : ۸۱
۱۱۰. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۷۹
۱۱۱. حاجی خلیفہ ، م ن : ۲۹۴
۱۱۲. الخزرجی ، م ن : ۳/ ۶۱
۱۱۳. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۵۰۷
۱۱۴. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۸۱
۱۱۵. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۵۱۲
۱۱۶. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۲۱۷
۱۱۷. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۱۱۱
۱۱۸. الخزرجی ، م ن : ۲/ ۴۸۰
۱۱۹. حاجی خلیفہ ، م ن : ۱۶۶
۱۲۰. الخزرجی ، م ن : ۱/ ۶۰
۱۲۱. حاجی خلیفہ ، م ن : ۶۸۹
۱۲۲. حاجی خلیفہ ، م ن : ۵۱۴
۱۲۳. الخزرجی ، م ن : ۱/ ۳۰۴
۱۲۴. الخزرجی ، م ن : ۳/ ۲۳۵